کتاب نما

عبد الماجد دریا بادی ' احوال و آثار : ڈاکٹر تحسین فراقی ' ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ ' ۲ کلب روڈ ' لاہور۔ صفحات: ۷۵۲۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔

عبد الماجد دریا بادی (۱۸۹۲ - ۱۹۷۷) برعظیم ہندوپاکستان میں رواں صدی کے کثیر الجہات اکابر میں سے تھے۔ ان کی شخصیت بہت سی علوم کی جامع تھی۔ چنانچہ ان کی علمی کاوشوں کا دائرہ تفسیر و ترجمہ قرآن 'سیرت و سوانح 'ادب و انشا 'فلسفہ ونفسیات اور تاریخ و اخلاقیات سے لے کر علم الکلام ' شاعری اور صحافت تک پھیلا ہوا ہے۔ انھوں نے مختلف علوم اور اصناف نثر کے ذخیرے میں قابل قدر اضافے کیے ہیں۔ زیر نظر کتاب دریا بادی کے سوانح و شخصیت اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کے تحقیقی و تنقیدی اور تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف ڈاکٹر تحسین فراقی (استاد شعبہ اردو پنجاب یونی ورسٹی) نے زیر نظر کتاب پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی مقالے کے طور پر تحریر کی تھی لیکن ہماری یونی ورسٹیوں میں آج جس طرز و معیار کے مقالات لکھے ' لکھوائے جا رہے ہیں ' یہ مقالہ ان سے کہیں بہتر و برتر اور معیاری ہے ' بلکہ اسے ڈاکٹریٹ کے لیے معیاری نمونے کا ایک مقالہ (Dissertation) کہنا بے جا نہ ہو گا۔ مصنف نے ابتدا میں مولانا دریا بادی کے خاندان ' اور ان کے مراحل حیات کی تفصیلات و جزئیات پر تقریباً ڈیڑھ سو صفحات میں سیر حاصل تحقیقی بحث کی ہے۔ پھر ان کی مختلف حیثیتوں (مترجم ' سوانح نگار ' شخصیت نگار ' سفرنامہ نگار ' شاعر ' ڈراما نگار ' اور مکتوب نگار وغیرہ) کا جائزہ لیتے ہوئے بطور نقاد اور محقق و مترجم ' ان کا مقام و مرتبہ متعین کیا ہے۔ مقالے کا دوسرا حصہ دریا بادی بطور مفسر قرآن ' بطور عالم دین ' بطور صحافی ' بطور فلسفہ شناس اور بطور نفسیات دان افکار ماجد کے تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔

مولانا دریا بادی کی تصانیف کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے۔ ان کا علمی و ادبی ذخیرہ کثیر اور وسیع الاطراف ہے اور اس لیے اس پر نقد و انتقاد آسان نہیں۔ ڈاکٹر فراقی قابل تحسین ہیں کہ وہ ایک مشکل کام سے عہدہ برآ ہونے میں کامیاب رہے ہیں۔ ان کے تنقیدی و تجزیاتی مطالعے میں گہرائی و گیرائی کے ساتھ دقت نظر بھی موجود ہے اور انھوں نے بڑی ہنرمندی سے ایک وسیع موضوع کو سمیٹ لیا

ہے ۔ مجموعی طور پر وہ دریا بادی کی علمی فتوحات کے قائل اور مداح ہیں ۔ آخری باب میں ان کے اسلوب نثر پر تفصیلی بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ دریا بادی اپنے اسلوب کے بانی بھی خود ہیں اور خاتم بھی خود ۔ (مصنف نے اردو کے جن صاحبان اسلوب کا ذکر کیا ہے ان میں کچھ اور ناموں کا اضافہ بھی ممکن ہے) ۔

یہ معلوم ہے کہ مولانا دریا بادی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے ۔ ڈاکٹر فراقی نے اس کا "سبب" پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دور الحاد میں دوسری تحریروں کے ساتھ محمد علی لاہوری کی تفسیر قرآن بھی دین و مذہب کی طرف ان کی مراجعت میں معاون ہوئی (ص ۶۵۶) ۔ تاہم وہ ان کے موقف کو "افسوس ناک" اور اسے دریا بادی کی کمزوری سمجھتے ہیں ۔ مصنف نے اس باب میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی یہ رائے نقل کی ہے: "مولانا دریا بادی اپنی اجتہادی غلطی یا کسی غلط فہمی کی بنا پر قادیانیوں کی لاہوری جماعت کو زیادہ گمراہ نہیں سمجھتے تھے مگر بعد میں ان کی رائے بدل گئی تھی اور قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کو گمراہ سمجھنے لگے تھے" (ص ۶۵۹) ۔

ایک معروف علمی ادارے کی طرف سے شائع کردہ اعلیٰ پائے کی کتاب میں اشاریے کی عدم موجودگی بری طرح کھٹکتی ہے (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی) ۔

میرا مطالعہ : مرتبہ: تابش مہدی ۔ نگران: محمد جاوید اقبال ۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ' دہلی ۶ ۔ صفحات: ۲۷۹ ۔ قیمت: ۵۲ روپے ۔

زیر تبصرہ کتاب "شائقین مطالعہ کو اہل علم اور دانش وروں کے مختلف اور متنوع مطالعاتی نظام سے روشناس" کرانے کے لیے مرتب کی گئی ہے ۔ محمد جاوید اقبال صاحب نے ۲ ' ۳ برس پہلے ایک سوال نامہ برعظیم ہند و پاکستان کے تقریباً دو سو اکابر علم و ادب اور اصحاب فکر و دانش کی خدمت میں ارسال کیا تھا ۔ اس کتاب کا بیش تر حصہ ' اس سوال نامے کے جوابات پر مشتمل ہے ۔ البتہ کچھ بزرگوں سے جوابات بذریعہ مصاحبہ (انٹرویو) حاصل کیے گئے ہیں ۔ "قند مکرر" کے تحت اسی موضوع پر مولانا مودودی ' ابوالحسن علی ندوی ' اسعد گیلانی ' پروفیسر خورشید احمد اور مریم جمیلہ کی تحریریں "چراغ راہ" کراچی اور "سیارہ" لاہور سے اخذ کر کے شامل کر لی گئی ہیں ۔

چالیس علما ' دانش وروں اور اساتذہ کی یہ تحریریں نہایت دلچسپ ہیں اور معلومات افزا ... دلچسپی کا بڑا سبب ان کا تنوع ہے ۔ لکھنے پڑھنے والے ' عام طور پر تنہائی اور یکسوئی کے طالب رہتے ہیں مگر بعض اصحاب نے بتایا ہے کہ انھوں نے زیادہ تر مطالعہ سفر کے دوران میں کیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شور و شغب میں بھی پڑھ لکھ سکتے ہیں 'بلکہ ایسے ماحول میں وہ زیادہ دل جمعی اور توجہ سے کام کرتے

ہیں۔ قارئین کی اکثریت شبلی' اقبال' مودودی' سلیمان ندوی' ابوالکلام اور مولانا دریا بادی سے متاثر ہے۔ پسندیدہ کتابوں میں قرآن حکیم' جاوید نامہ (اقبال) رسالہ دینیات (مودودی) لامیزیبلز (ہیوگو) سرفہرست ہیں۔ لیک صاحب نے پتے کی بات کہی ہے: "جو حضرات علمی کام کرنا چاہیں' انھیں ہمیشہ نوٹ بک ساتھ رکھنی چاہیے اور حوالے برابر نوٹ کرتے رہنے چاہییں"۔ اس کے ساتھ ساتھ دانش وروں کے جوابات میں کچھ عبرت کے پہلو بھی ملتے ہیں۔ مثلاً بعض حضرات پریشان ہیں کہ عمر کے آخری حصے میں اگر ان کی کتابیں' کسی اچھے کتب خانے میں نہ پہنچیں تو ان کے بعد وہ ردی میں فروخت ہوں گی یا کیڑوں کی خوراک بنیں گی" (ص ۲۰۰)۔

اصل عبرت انگیز بات تو مولانا وحید الدین خاں صاحب کی یہ رائے ہے کہ "دور جدید کے مسلم مصنفین میں سے کوئی مصنف مجھے پسند نہیں۔ ان میں سے کسی کی کتاب میرے نزدیک علمی اسلوب پر نہیں" اور "مجھے کوئی ادیب یا شاعر پسند نہیں۔ ادب اور شاعری کو میں ایک فطری صلاحیت کا غلط استعمال" اور ادبی مطالعے کو "ضیاع وقت" سمجھتا ہوں (ص ۲۱۱)۔

ہمارا خیال ہے کہ مجموعی طور پر یہ کتاب قارئین کے لیے مفید و معلومات افزا اور سبق آموز ہے۔ (ر-ہ)۔

تحریک اسلامی' طریق و ترجیحات (حصہ اول): ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔ ترجمہ: عبدالغفار عزیز۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی کراچی۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: درج نہیں۔

تحریک اسلامی اپنا ابتدائی دور گزار کر دنیا کے مختلف ممالک میں اس مرحلے میں داخل ہوگئی ہے کہ اس کے مسائل غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کے لیے بھی موضوع بن گئے ہیں۔ تحریک کی وسعت اور نئے زمانے کے چیلنجوں نے تحریک کے لیے نئے مسائل پیدا کیے ہیں' اور ان کا حل باہمی غور و فکر اور رہنمائی چاہتا ہے۔ جو مسائل اب تک اجتماعات کی چار دیواریوں میں محدود تھے اب کتابوں کی کھلی دنیا میں آگئے ہیں۔ تحریک اسلامی کو درپیش مسائل کے حوالے سے خرم مراد اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ یوسف قرضاوی کی یہ کتاب ایک اچھا اور مفید اضافہ ہے۔ عالم عرب کی اسلامی تحریکوں کے پس منظر میں لکھی گئی اس کتاب کے ترجمہ نے ہند و پاک کی تحریک اسلامی کے عام افراد تک سوچنے کے بہت سے نکات پہنچائے ہیں۔

ہر منظم تحریک کے لیے' جسے اپنے انسانی اور مالی وسائل کے مسئلے کو منصوبہ بندی سے خرچ کرنا چاہیے' ترجیحات کا مسئلہ نہایت بنیادی مسئلہ ہے۔ صرف کچھ نہ کچھ کرتے رہنا' کام نہیں ہے بلکہ مقصد کو سامنے رکھ کر ہدف کا تعین کرنا اور قرآن و سنت کی رہنمائی میں زمانہ جدید کے تمام مباح طریقوں کو اختیار کرتے ہوئے حکمت عملی ترتیب دینا اور اس کے مطابق جدوجہد کرنا دراصل کام

ہے۔ فاضل مصنف نے فقہ جدید کی تشکیل پر زور دیا ہے اور "فقہ موازنہ اور فقہ ترجیحات کا تصور پیش کیا ہے۔فقہ سے مراد وہ فقہ نہیں ہے جسے فقہ کے معروف اصطلاحی لفظ سے یاد کیا جاتا ہے بلکہ وہ مراد ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے یعنی لیقفھوا فی الدین۔حکمت دین کا لفظ غالباً ان کے تصور فقہ کو بہتر ادا کرتا ہے۔مصنف نے تحریک اسلامی کی توسیع، تاجروں میں اور محنت کشوں میں کام خصوصاً خواتین میں کام کے بارے میں عملی مسائل اور مروجہ طریق کار کے حوالے سے فکر انگیز بحث کی ہے۔ان کی سب باتوں سے سب کا اتفاق ضروری نہیں، لیکن ان کی باتوں پر کھلے ذہن سے غور وفکر ضرور ہونا چاہیے۔ آخر وہ لوگ بھی ہیں جو امیرالمومنین کے تاحیات تقرر ہی کو اسلام کی روح اور انتخاب کی مدت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔مصنف نے سیرت اور سنت کے فرق کو واضح کر کے بہت سے امور میں راہ نمائی دی ہے۔اس کتاب کا حق تھا کہ اسے بہت اچھی طرح پیش کیا جاتا۔ (مسلم سجاد)۔

تحریک پاکستان میں علما کا سیاسی و علمی کردار : ڈاکٹر ایچ بی خان۔ ناشر: الحمد اکادمی ۲ جے ۱۸/۱ ناظم آباد، کراچی۔صفحات: ۴۴۸+۱۴۔قیمت: ۱۵۰ روپے۔

علمائے کرام ہمارے معاشرے کا، ہمیشہ سے نہایت فعال اور موثر حصہ رہے ہیں لیکن اجتماعی زندگی کے حوالے سے ان کے کردار کی قدر وقیمت کا جائزہ لینے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ان کی دینی، علمی اور تعلیمی خدمات کے تذکرے تو بہت لکھے گئے لیکن معاشرتی اور سیاسی میدانوں میں ان کی خدمات کا کماحقہ احاطہ نہیں کیا گیا۔اب تک اس سلسلے میں جو تصانیف سامنے آئی ہیں ان میں شیخ محمد اکرام کی "موج کوثر"، ضیاء الحسن فاروقی کی انگریزی کتاب مدرسہ دیوبند اور مطالعہ پاکستان، مولانا محمد میاں کی "علمائے ہند کا شاندار ماضی" اور "علمائے حق"، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی انگریزی کاوش Ulema in Politics شامل ہیں۔نیز، مولانا طفیل احمد منگلوری کی تصنیف "مسلمانوں کا روشن مستقبل" وغیرہ میں بھی اس موضوع پر مواد ملتا ہے لیکن برعظیم کی سیاست ملی میں علما کے کردار کے بھرپور جائزے کی ضرورت ابھی تشنہ تکمیل تھی۔ڈاکٹر ایچ بی خان نے اس موضوع پر تحقیق کا بیڑا اٹھایا اور پی ایچ ڈی کا مبسوط مقالہ تحریر کیا جس کا ایک حصہ "برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، بیسویں صدی میں" کے عنوان سے قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت کے زیراہتمام ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔اس میں بیسویں صدی کے ابتدائی چالیس سالہ دور کا احاطہ کیا گیا ہے۔ زیرنظر کتاب میں ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز اور فیصلہ کن عہد سیاست پر قلم اٹھایا گیا ہے۔فاضل مصنف کی ایک اور کتاب میں برعظیم میں اسلامی سلطنت کے قیام سے تشکیل کانگریس تک (۱۲۰۶۔ ۱۸۸۵) کے دور میں علما کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس طرح انھوں نے اس موضوع پر بڑے

تسلسل اور پوری توجہ سے کام کرنے کی کوشش کی ہے۔

عام طور پر ہمارے مورخین مختلف تعصبات کے زیر اثر ملت کے تمام عناصر کے ساتھ انصاف نہیں کر پاتے اور پھر بعض اوقات ذوق تحقیق کی کمی بھی سد راہ بن جاتی ہے لیکن ڈاکٹر ایچ بی خان نے ان کمزوریوں سے بچتے ہوئے تاریخ نگاری کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے مختلف مسالک کے علما کے سیاسی موقف کو سمجھنے اور سمجھانے میں بڑی حد تک معروضی انداز نظر سے کام لیا ہے۔ اگرچہ وہ ان علما کی اصابت رائے کے دل سے قائل ہیں جنھوں نے کھل کر تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیا لیکن وہ ان علما کے بھی قدردان ہیں جنھوں نے مسلم لیگ کے برعکس روش اختیار کی۔ کتاب کا ساتواں باب "اختتامیہ" ہے جس میں حاصل مطالعہ نکات کو وضاحت سے پیش کر دیا گیا ہے۔ کتاب میں عام طور پر بنیادی ماخذ سے کام لیا گیا ہے، تاہم کہیں کہیں ثانوی ماخذ بھی نظر آتے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۰۴ پر مغل حکمران بابر کا خط جمعیۃ العلمائے ہند کی دستاویزات کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ بنیادی ماخذ سے دیا جائے۔ علاوہ ازیں اس طرح کی تحقیقی کتاب میں کتابت کی غلطیاں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ صفحات ۲۹۶-۲۹۷ پر اردو، عربی اور انگریزی کے کئی لفظ غلط لکھے گئے ہیں۔ ہمارا مشورہ ہے کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن کو صوری طور پر بھی بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

شرح ادب القاضی: امام ابوبکر احمد بن عمر الخصاف۔ شارح: برہان الائمہ عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ بخاری صدر شہید۔ مترجم: سعید احمد۔ ناشر: ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ صفحات: جلد اول: ۰۰۰، جلد دوم: ۳۳۶۔ قیمت: اول: ۰۰ا روپے، دوم: ۱۵۰ روپے۔

اسلام نے ظلم اور ناانصافی سے پاک معاشرہ قائم کرنے کے لیے ایک جامع نظام عدل و قضا بھی فراہم کیا ہے۔ اس اعتبار سے دنیا کا کوئی نظام اسلام کا ہم پلہ نہیں۔ قرون اولیٰ میں اسلام کے نظام قضا کی ترتیب کے سلسلے میں جو کوششیں کی گئیں، وہ قانون کے شعبے میں لائق رشک اضافہ متصور ہوتی ہیں۔ امام خصاف (م ۲۶۱ ھ) کی گراں قدر تصنیف "ادب القاضی" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب قاضیوں اور ماہرین قانون کی نظر میں ہمیشہ قابل اعتماد رہی ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اسلام کے نظام عدل گستری سے وابستہ جملہ امور کو نہایت عمدہ پیرائے میں مرتب کر دیا ہے۔ کتاب کی بے مثل افادیت اور امتیازی حیثیت کے پیش نظر متعدد جلیل القدر فقہا نے اس کی شرحیں لکھیں جن میں صدر شہید (م ۵۳۶ ھ) کی شرح کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ چار جلدوں پر مشتمل شرح قضا ایک جامع اور مبسوط کتاب ہے اور اس میں منصب قضا کی اہمیت، عدالت کے آداب وضوابط اور قاضی کے فرائض اور اختیارات وغیرہ جملہ امور کو حسن ترتیب سے پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب

موضوع سے متعلق آیات قرآنی، احادیث نبوی و آثار و اخبار صحابہ، آرا و افکار فقہا اور مسائل شرعی کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اس کتاب کو جمہوریہ عراق کی وزارت اوقاف کے تحت ہلال الرحمان نے محققانہ انداز سے مرتب کیا ہے۔ اور اسی مرتبہ نسخے کو ادارۂ تحقیقات اسلامی کے فاضل محقق جناب سعید احمد نے اردو میں منتقل کیا ہے۔ مترجم نے بعض غیر متعلق حصوں کا ترجمہ حذف کر دیا ہے البتہ کتابیات اور اشاریوں کو مزید بہتر اور جامع بنانے کی سعی کی ہے۔

فاضل مترجم نے ایک ایسی کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے جس کا موضوع مشکل اور عبارت دقیق ہے۔ انھوں نے ترجمے کو آسان اور سادہ بنانے کے لیے جو محنت و کاوش کی ہے اس کا اندازہ اصل کتاب اور ترجمے کے تقابل سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس کتاب کا اصل مقصد قانون اور عدل سے متعلق اصحاب کو معلومات فراہم کرنا ہے لیکن ترجمہ اس قدر دلچسپ اور عام فہم ہے کہ اس سے عام لوگ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

کتاب کو بہت عمدگی سے کمپوز اور طبع کیا گیا ہے۔ تاہم بعض غلطیاں دیکھنے میں آئی ہیں جن کی تصحیح کے لیے اغلاط نامے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہیں کہیں غلطی رہ گئی ہے، مثلاً جلد اول کے صفحہ ۱۳۹ پر تذکیہ کی جگہ تزکیہ ہونا چاہیے تھا۔ جلد اول کے آخر میں اصطلاحات کا جو اشاریہ دیا گیا ہے اس کے مندرجات (ص : ۲۶۸) کی ترتیب درست نہیں رہی۔ شاید کاپی جوڑتے وقت ایسا ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ آیندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ جلد دوم میں اصطلاحات کے اشاریے کی عدم موجودگی بری طرح محسوس ہوتی ہے۔ چاروں جلدوں کے اشاریوں کے عنوانات یکساں ہونے چاہییں (ر - ب - ش)۔

زندگی اور زاویے : رباب عائشہ۔ ناشر: بک پروموٹرز، بلاک ۱۹ مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت: -/۱۲ روپے

رباب عائشہ کی ہلکی پھلکی تحریروں کا یہ مجموعہ معاشرے کے گھمبیر مسائل کو خوب صورت انداز سے سامنے لاتا ہے۔ کھلی آنکھوں کے ساتھ چلتے پھرتے وہ خواتین کے حوالے سے جن مسائل کا مشاہدہ کرتی ہیں، انھیں اس طرح بیان کرتی ہیں کہ اس کے مختلف پہلو سامنے آجائیں۔ ٹریفک کا مسئلہ، کشمیر کا بھکاریوں کا مسئلہ، بچوں کی جہالت کا مسئلہ، کل ۵۳ عنوانات ہیں۔ ہر عنوان ایک مسئلہ ہے، کچھ بچے کے عنوان کے تحت، کچھ عورت کے عنوان کے تحت، کچھ معاشرے کے عنوان کے تحت۔ ممتاز مفتی کے بقول: رباب عائشہ ایک عظیم ماں ہے، اس کے دل میں اپنے دکھی بچوں کے لیے بے پناہ ہمدردی ہے۔ (م - س)

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور سے شائع کیا